طبرانی

بحیرۂ فلسطین کا نام طبریہ بھی ہے اور جنّاسر بھی۔ اس کے کنارے ایک شہر ہے جو طبریہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں کی آبادی سات ہزار ہے۔ یہاں کے حمام بہت مشہور ہیں۔ اس کی طرف انتساب کرنے کے لیے طبرانی کہتے ہیں اور طبرستان کی طرف منسوب کرنے کے لیے طبری کہتے ہیں۔

طبریہ ہی سے نسبت رکھنے والے ہیں، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مُطیر۔ اس لیے یہ طبرانی کہے جاتے ہیں۔ یہ لخمی بھی ہیں۔

یہ شہر عکہ میں ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں یعنی ۲۷۳ھ میں حصولِ علم کی طرف باقاعدہ متوجہ ہوئے، پھر بلادِ شام کے علاوہ حرمین شریفین، یمن، مصر، بغداد، کوفہ، بصرہ، اصفہان، جزیرہ اور دوسرے اسلامی ممالک کا سفر کیا۔ ان کے شیوخ جن سے انھیں سماع و استفادہ حاصل ہے ایک ہزار سے اوپر ہیں۔ امام نسائی، علی بن عبد العزیز، لغوی، بشر بن موسیٰ، ادریس عطار، ابو زرعہ ثقفی جیسے لوگ ان کے شیوخ ہیں۔ ان کے والد انھیں تحصیلِ علم کی بڑی ترغیب دیا کرتے تھے اور شہر بہ شہر انھیں اپنے ساتھ لے جاکر اساتذۂ فن کے سامنے پیش کرتے تھے۔

ان کی تصنیفات تو بہت ہیں لیکن مشہور ترین ان کی تینوں معجم ہیں یعنی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر۔ حافظ ابو نعیم جیسے بے شمار لوگ ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی ایک ضخیم تالیف کتاب الدعا ہے جس سے ماخوذ ہے حصن حصین (مؤلفہ شیخ محمد بن محمد بن محمد جزری شافعی متوفی ۸۳۳ھ) کتاب المناسک۔ کتاب عشرۃ النساء، کتاب النوادر، کتاب دلائل النبوۃ وغیرہ بھی طبرانی ہی کی تصانیف ہیں۔ ان کی ایک بڑی ضخیم تفسیر بھی ہے۔ ان کی اور بہت سی تالیفات ہیں جن کا ابن منده[1] نے ذکر کیا ہے لیکن یہ کہیں ملتی نہیں۔

[1] یعنی عبد الرحمٰن بن محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن ابراہیم عبدی اصبہانی، ولادت ۳۸۳ھ وفات ۴۷۰ھ کی کتاب المستخرج من کتب الناس فی الحدیث بہت مشہور ہے۔

حدیث کا علم انھوں نے بڑی محنت و مشقت سے حاصل کیا تھا۔ تیس سال تک بوریے پر سوتے رہے اور عیش و آرام کی سب چیزیں ترک کر رکھی تھیں۔ ابن عباد دیلمیوں کے عہدِ حکومت میں وزیر تھے۔ اور عربیت، شعر اور لغت میں امامِ وقت تھے اور ابنِ عمید ان کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے۔ ان (ابن عباد) کا بیان ہے کہ میں پہلے سمجھتا تھا کہ دنیا میں وزارت سے بلند تر مرتبہ کوئی نہیں جو لطف مجھے واقعی وزارت میں ملا وہ کسی چیز میں نہ ملا کیونکہ میں مرجع خلائق تھا اور ہر طبقے کے طرح طرح کے لوگ میرے پاس آتے تھے۔ لیکن ایک دن میرے دل میں دوسری ہی آرزو چٹکی لینے لگی۔ ہوا یوں کہ ایک دن میرے سامنے مشہور محدث ابوبکر جعابی اور ابو القاسم طبرانی کے درمیان مذاکرۂ حدیث ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کبھی جعابی اپنے کمالِ ذہانت کے بل بوتے پر غلبہ حاصل کر لیتے اور کبھی طبرانی اپنی غیر معمولی یادداشت کی وجہ سے غالب آجاتے۔ یہ مقابلہ دیر تک جاری رہا۔ دونوں کی آوازیں جوش و خروش میں بلند ہو رہی تھیں اس اثنا میں جعابی نے کہا کہ: ہم سے ابو حنیفہ نے اور ان سے سلیمان بن ایوب نے بیان کیا۔۔۔۔۔ طبرانی فوراً بول اٹھے کہ: بھئی سلیمان بن ایوب تو میں خود ہوں اور ابو حنیفہ میرے شاگرد ہیں اور مجھ ہی سے وہ یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ براہِ راست مجھی سے یہ روایت کیوں نہیں لیتے تاکہ آپ کو علوِ اسناد حاصل ہو (یعنی ایک واسطہ کم ہو جائے) اس وقت میں (ابن عباد) نے دیکھا کہ جعابی ایسے خجل ہوئے کہ اس سے زیادہ خجالت کا دنیا میں تصور نہیں ہو سکتا۔ اس وقت میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش میں طبرانی ہوتا اور جو خوشی و فتح اس وقت انھیں حاصل ہوئی ہے وہ مجھے حاصل ہوتی خواہ میں وزیر نہ ہوتا۔ وزیر ہو کر بھی میں ایسی فضیلت و عزت سے محروم ہوں۔"

بستان المحدثین (مؤلفہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ) میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

"ابنِ عباد کی یہ آرزو بھی اس کی وزارت و سیاست ہی کا ایک نشانِ ہوس تھا ورنہ علمائے ربانی کے نفس میں اس قسم کی فتح مندی سے کوئی حرکتِ غرور نہیں پیدا ہوتی لیکن ہوتا یہ ہے کہ المرء یقیس علی نفسہ۔ انسان اپنے ہی نفس پر دوسروں کو بھی قیاس کرتا ہے۔"

بہرکیف طبرانی اپنی وسعتِ علم اور کثرتِ روایت میں ایک ممتاز ہستی ہیں۔ ابو العباس احمد بن منصور کہتے ہیں کہ: میں نے طبرانی سے تین لاکھ حدیثیں لے کر لکھی ہیں۔ ان کی آخری عمر میں قرامطہ اسماعیلیہ کا زور تھا اور یہ لوگ اہلِ سنت کے سخت دشمن تھے۔ طبرانی نے ان لوگوں کی تردید شروع

کردی اور اسماعیلیوں کی سحرکاری کی وجہ سے بہ بصارت سے محروم ہوگئے۔ طبرانی کی وفات ۳۶۰ھ میں ہوئی۔ مؤلف حلیۃ الاولیا، حافظ ابونعیم اصفہانی نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ طبرانی نے ایک سو سال اور دس ماہ کی عمر پائی۔

ابن خلکان کے بیان کے مطابق ان کی ولادت طبریہ ہی میں ۲۶۰ھ میں ہوئی اور وفات سے پہلے یہ اصفہان میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ماہ شوال یا ماہِ ذیقعدہ بروز شنبہ ان کی وفات ہوئی اور حضور[۳] کے صحابی حممہ بن رافع دوسی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ یہ دوسی صحابی ازدیوں کے فرماں روا تھے اور یہ عقلائے عرب میں شمار ہوتے ہیں۔

طبرانی کی معجم کبیر مرویاتِ صحابہ کی ترتیب پر ہے۔ اس میں حضرت ابوہریرہ کی مرویات نہیں ہیں کیونکہ اسے وہ علیحدہ لکھنا چاہتے تھے۔ یہ علم نہیں ہو سکا کہ انھوں نے اس کی تکمیل کی یا نہیں کی۔ اس معجم کبیر میں بیس ہزار پانچ سو روایات ہیں۔ اس کی ترتیب و تہذیب امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی (متوفی ۷۳۱ھ) نے کی اور اس ترتیب و تہذیب کی فرمائش قطب حلبی نے کی تھی۔ "انساب" کے مؤلف ابوسعد عبدالکریم بن محمد سمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) کی ایک تالیف کتاب التحبیر فی المعجم الکبیر ہے۔

ان کی معجم اوسط چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی ترتیب یوں ہے کہ تقریباً ہزار شیوخ میں سے ہر شیخ کی مرویات الگ الگ لکھی ہیں اور شیوخ کے عجائب و غرائب دیدہ و شنیدہ اس میں یکجا کر دیئے ہیں۔ یہ دارقطنی کی کتاب الافراد کی طرح ہے۔ "افراد و غرائب" محدثین کی اصطلاح میں ان احادیث کو کہتے ہیں جو کسی ایک شیخ کے ہاں تو موجود ہوں، دوسرے شیخ کے ہاں نہ ہوں۔ طبرانی اپنی معجم اوسط کے متعلق کہتے تھے کہ یہ میری جان ہے جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے لکھا ہے اور بات بھی یہی ہے کہ طبرانی کے علم حدیث کی وسعت و فضیلت کا اندازہ اسی کتاب سے ہوتا ہے۔ مگر محقق محدثین کا کہنا ہے کہ اس کتاب میں منکر روایات بہت ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غرابت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ایک ثقہ آدمی اس میں منفرد ہے۔ اسی کو "غریب صحیح" کہتے ہیں یعنی بہت کمیاب۔

ان کی معجم صغیر بھی بہ ترتیب شیوخ ہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس کتاب میں انہی شیوخ کا ذکر ہے جن سے صرف ایک روایت لی ہے۔ ان کا ذکر مندرجہ ذیل کتابوں میں مل سکتا ہے:

سیر النبلاء ذہبی) ج ۱۰، ص ۱۷۳، ص ۱۷۷۔ عیون التواریخ (ابن شاکر) ج ۱۲، ص ۱۴۲/۲

الوافی (صفدی) ج ۱۳ ص ۱۱۷، ۱۱۹ - اتحاف النبلاء (نواب صدیق حسن) ص ۱۵۶، ۱۵۷) وفیات الاعیان (ابن خلکان) ج ۱ ص ۲۶۹ - المنتظم (ابن جوزی) ج ۷ ص ۵۴ - النجوم الزاہرہ (ابن تغری بردی) ج ۴، ص ۵۹، ۶۰، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر) ج ۱۱ ص ۲۷۰ - تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) ج ۳ ص ۱۱۸، ۱۲۳ - طبقات الحنابلہ (ابن فراء) ص ۳۱۳، ۳۱۴ - لسان المیزان (ابن حجر) ج ۳، ص ۳۷۵، ۳۷۷، مرآۃ الجنان (یافعی) ج ۲، ص ۳۷۲، شذرات الذہب (ابن العماد) ج ۳ ص ۳۰، المختصر فی اخبار البشر (ابو الفداء) ج ۲، ص ۱۰۸ - کشف الظنون (حاجی خلیفہ) ص ۱۴۳۷ - روضات الجنات (الخوانساری) ص ۳۲۲ *

(بقیہ ص ۲۴) دار السلطنت لاہور از شہرہائے عمدۂ ہندوستان است و بمقتضائے لطافت آب و ہوا و انواع خصوصیات و خوبیہا ترجیح و تفوق تمام بہ بلاد و امصار روزگار دارد۔

ہزاراں منت اے لاہور بہ باغ جناں داری ۔۔۔ زخوبی ہرچہ اندیشہ کنجد بیش ازاں داری

ایک خط میں وہ لاہور کا ذکر یوں کرتے ہیں :

" ایں نیاز مند است، بدار السلطنت لاہور کہ بمقتضائے لطافت آب و ہوا اقسام خوبیہا دم ساوات بجنت الماوی می زند "

چندر بھان اپنی ثقافت (ثقافت اپنے وسیع معنوں میں) کے لحاظ سے گو پورے مسلمان تھے لیکن عقیدتاً وہ ہندو تھے۔ اور آخر تک ہندو رہے۔ مورخ صالح نے ان کے بارے میں بالکل صحیح لکھا ہے: " اگرچہ بظاہر زنار بند است اما سر از کفر می تابد و ہرچند بصورت ہندو است اما در معنی (دم) در اسلام می زند۔۔۔" اس بارے میں اُن کا ایک شعر ہے:۔ ز اعتقاد برہمن اگر نشاں خواہند۔ بہ جبہ صندل و زنار در گلو کافیست۔ اُن کے صلح کل مسلک کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

دشمناں را دوست پندارم چہ جای دوستاں ۔۔۔ آں قدر مشق محبت شد کہ دل از کینہ ماند

زیر نظر کتاب کے مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بڑی محنت سے دیوان ایڈٹ کیا اور ضمیمہ میں بڑی تحقیق سے چندر بھان برہمن کے بارے میں عالمانہ مفید معلومات بہم کیں۔ اشعار کا انگریزی ترجمہ بہت اچھا کیا گیا ہے۔ بہرحال ہر لحاظ سے مرتب کی کوشش قابل تحسین ہے۔

کتاب بڑے اہتمام سے چھاپی گئی ہے ٹائپ میں ہے، کاغذ عمدہ اور جلد دیدہ زیب ہے ضخامت ۳۵۰ صفحات قیمت ۵۰ روپے۔ ناشر خالد شاہین فاروقی زندگا گیکوار حویلی، رای کرٹ، احمد آباد بھارت۔